نگہت ہاشمی

آئمہء اربعہ اور اُن کی فقہ

دینی احکام و اوامر کی ترویج و اشاعت میں فقہِ اسلامی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہمارے فقہائے کرام وہ مینارۂ نور ہیں جنھوں نے اپنے علم کو آخری کتابِ ہدایت قرآن مجید اور خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مطہرہ سے منور کیا۔ پھر اس روشنی سے نہ صرف خود ان کی زندگیاں تابناک ہوئیں بلکہ رہتی دُنیا تک آنے والی نسلوں کے لیے ایسے قوانین اور اصول وضع کیے جو ہر قدم پر ان کے لیے مفید ہو سکیں۔ یہ اصول وضع کرتے اور قوانین مرتب کرتے ہوئے جہاں بنیادی مسائل میں فقہائے کرام کا اتفاق رہا وہاں فروعی مسائل میں اختلاف بھی ہوا۔ اسی اختلاف کی بنا پر فقہائے کرام نے فقہیں مرتب کیں جو آج تک دُنیا کے مختلف حصّوں میں مروّج ہیں۔ ان میں کچھ فقہا ایسے بھی ہیں جن کے نام سے کسی فقہی مسلک کی بنیاد تو نہ پڑی لیکن ان کی عظمت مسلّمہ تھی۔ مثلاً حماد بن ابی سلمان جو امام ابوحنیفہؒ کے استاد تھے۔ ربیعۃ الرای اور ابن شہاب زہری وغیرہ جن کے سامنے امام شافعیؒ نے زانوے تلمذ تہ کیا۔ یوں اہل سنت کی چار فقہیں ایسی ہیں جو آج تک مروّج ہیں اور دُنیا کے ہر حصے میں ان کے پیروکار بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ یہ لوگ مسائل کو کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی فقاہت کی بنیاد پر حل کرتے، پھر یہ فریضہ ان کے شاگردوں نے انجام دیا اور نسلاً بعد نسل چلتا ہوا یہ سلسلہ ہم تک پہنچا۔

ائمہء اربعہ نے جن امور پر بحث کی ہے، ان میں عبادات میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ اور معاملات میں نکاح، خلع، طلاق، جنایات، قضا، تجارت اور اسی طرح کے دیگر مسائل شامل ہیں۔ اس طرح سے فقہ اسلامی وہ سب سے عمدہ سرمایہ ہے جو انسان کو فقہا کی کوششوں سے ملا ہے۔ اس میں کوئی نزاع نہیں ہے کہ مذاہب کو رواج دینے میں، لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کرنے میں اور ان کو دوسروں پر غالب کرنے میں شخصیات کو بڑا دخل ہے۔ اہلِ سنت کے چاروں مذاہب بھی شخصیات کے ناموں ہی سے موسوم ہیں۔ فقہِ حنفی امام ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت سے منسوب ہے۔ فقہ شافعی امام

ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن العباس الشافعی کے نام سے موسوم ہے۔[1] فقہ مالکی اپنے بانی امام مالکؒ بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر بن الحارث[2] اور فقہ حنبلی امام احمد بن حنبلؒ بن ہلال بن اسد ابوعبداللہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔[3] یہاں ان عظیم فقہا کے حالات، ان کے شاگردوں اور ان کی کتب مذاہب کا مختصراً جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔

۱ - امام ابوحنیفہؒ

امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ / ۶۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ وہ حماد کے شاگرد تھے۔ ان کا مذہب انہی کے تلامذہ امام محمد بن الحسن شیبانیؒ، امام ابو یوسفؒ اور شیخ زفر بن ہذیل کے ذریعے عام ہوا۔ ان کے پچاس کے قریب شاگرد قاضی بنے اور سات آٹھ سو شاگرد مختلف علاقوں میں پہنچے اور حدیث و فقہ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ حماد بن ابی سلمانؒ کی وفات کے بعد امام ابوحنیفہؒ کو پیشوائی کا متفقہ اعزاز حاصل ہوا۔ وہ سالہا سال درس دیتے اور فقہی تحقیق اور فیصلے فرماتے رہے۔[4]

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں ساٹھ ہزار اور بقول بعض ۸۳ ہزار مسئلوں سے متعلق فتوے دیے۔[5] امام صاحب کے صاحب تصنیف ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ان کی طرف منسوب کتابوں میں "الفقہ الاکبر" سب سے زیادہ مشہور ہے اور غالب قیاس یہ ہے کہ اس کے بعض حصے انہی کے ہیں۔ ہدیۃ العارفین کے مصنف نے "الفقہ الاکبر" "کتاب الرد علی القدر"، "کتاب العالم والمتعلم" اور "المسند فی الحدیث" کو امام صاحب سے منسوب کیا ہے۔[6] اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے

---

[1] خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج: ۲، ص ۷۰

[2] ابی سعد عبدالکریم السمعانی، الانساب، ج: ۱، ص: ۲۸۲

[3] خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج: ۴، ص ۴۱۲

[4] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، آرٹیکل فقہ، ج: ۱۵، ص ۴۰۶

[5] ایضاً۔

[6] البغدادی، ہدیۃ العارفین، ج: ۲، ص: ۴۹۵

مقالہ نگار نے " الفقہ الاکبر" ، "رسالۃ العالم والمتعلم" اور "جامع مسانید ابی حنیفہ للخوادزمی" کو امام صاحبؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ ۵۷

تبحرِ علمی کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کا لقب امام اعظمؒ پڑ گیا۔ ایک روایت میں امام شافعیؒ سے اس طرح بھی آیا ہے۔

من اراد ان یتبحر فی الفقہ فلیلزم اباحنیفۃ واصحابہ" ۵۸

"یعنی جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہے، اسے امام ابو حنیفہ اور اُن کے شاگردوں سے وابستگی اختیار کرنی چاہیے۔"

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ "جب کسی مسئلے میں ہمارا باہمی اختلاف ہوتا تھا تو ہم اسے امام ابو حنیفہؒ کے سامنے پیش کرتے تھے، آپ اتنی جلدی جواب دیتے تھے جیسے اسے اپنی آستین سے نکالا ہو۔ ۵۹

امام ابو حنیفہؒ کے اقوال فقہیہ آپ کے شاگردوں کے ذریعے منقول ہو کر ہم تک پہنچے۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا تھا:

"تم لوگ علم کے سرچشمے اور رات کے چراغ بنو"۔ ۶۰

احمد طحاویؒ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ان اباحنیفۃ النعمان من اعظم المعجزات بعد القرآن۔ ۶۱

"بلاشبہ امام ابو حنیفہؒ قرآن کے بعد آنحضرت کے عظیم معجزات میں سے ہیں۔"

امام ابو حنیفہؒ نے تدوینِ فقہ کے لیے ایک مجلسِ فقہا تشکیل دی تھی جس کے ارکان کی تعداد چالیس بتائی جاتی ہے۔ طحاویؒ نے ان میں سے تیرہ نام دیے ہیں۔ اس مجلس میں امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ

---

۵۷ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، آرٹیکل فقہ، ج: ۱۵، ص ۴۰۶

۵۸ علی قاری، ملا، مرقاۃ، ج ۱، ص: ۳۸

۵۹ ابن عبدالبر، الانتقاد، ص ۱۴۳

۶۰ میدانی، مجمع الامثال، مطبع بہیہ، ج: ۲، ص: ۳۷۴

۶۱ احمد طحاوی، درالمختار، دہلی، مجتبائی، ص: ۴۵

نمایاں شخصیات ہیں ۔

امام ابوحنیفہؒ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی ۔[۱۲] فقہ حنفی بلادِ مشرق، خراسان، ماوراء النہر اور برصغیر میں مروّج رہی ہے ۔ ان ممالک میں جہاں یہ بطور قانون نافذ رہی، وہیں اس فقہ کی چھان بین کا کام بھی ہوتا رہا ہے ۔ اپنے اصلی وطن عراق کے علاوہ شام میں بھی احناف کی خاصی تعداد پائی جاتی ہے ۔

مشہور کتب فقہ ابی حنیفہ

۱ ۔	امام محمدؒ	الجامع الکبیر
۲ ۔	" "	الجامع الصغیر
۳ ۔	" "	المبسوط
۴ ۔	السرخسی	المبسوط
۵ ۔	حسن بن زیاد اللؤلوی	ادب القاضی
۶ ۔	الکاسانی	البدائع والصنائع
۷ ۔	المرغینانی	الہدایہ
۸ ۔	ابوالبرکات النسفی	کنز الدقائق
۹ ۔	فتاوی عالمگیری	اورنگ زیب کے حکم سے ایک مجلس فقہا نے اس کی تدوین کی
۱۰ ۔	مجلّۃ الاحکام العدلیۃ	احمد جواد پاشا

۲ ۔ امام شافعیؒ

امام شافعیؒ ، شافعی مذہب کے بانی ہیں ۔ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں مصر میں وفات پائی ۔ حدیث میں امام مالکؒ کے شاگرد تھے ۔[۱۳] فن لغت، فقہ اور حدیث کے متبحر عالم تھے ۔ بہت دقیق الفکر اور فصیح البیان تھے ۔ استنباط مسائل اور بحث و تمحیص میں مہارت تامہ رکھتے تھے ۔ ان خصوصیات کے سبب ان میں اہل الرّائے اور اہل الحدیث کو متحد کرنے کی پوری صلاحیت موجود تھی ۔

---

[۱۲] ابن ابی الوفا ، الجواھر المفیہ فی طبقات الحنفیہ ، ج : ۱ ، ص : ۲۷

[۱۳] خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، ج ۲ ، ص : ۷۰

چنانچہ ان کا مذہب، حنفی اور مالکی مذہب کے بین بین ہے۔[14]

جن حضرات نے امام شافعیؒ سے عراق میں پڑھا ان میں متعدد بزرگ اصحاب مذہب اور آئمہ مجتہد تھے، جیسے امام احمد بن حنبل، داؤد ظاہری، ابوثور بغدادیؒ، ابوجعفر بن جریر الطبریؒ۔ امام شافعیؒ کے مصری شاگردوں میں ابویعقوب بویطیؒ (م ۲۶۴ھ) اور ربیع بن سلیمان مرادی (م ۲۵۶ھ) مشہور امام ہیں۔[15]

شافعی مسلک کی اوّلین کتاب الاصول خود امام صاحب کا "الرسالہ" ہے اور کتاب الام ان کی فقہ کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے۔[16] امام شافعیؒ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ اُنھوں نے مصادر شریعت یعنی کتاب وسنت کے قانونی اور فقہی پہلو واضح طور پر پیش کیے۔ نیز اجماع وقیاس کا مقام بیان فرمایا۔

ان کی کتب کی جو فہرست، ابن ندیم[17] نے اور دوسرے مورخین نے درج کی ہیں وہ دراصل "کتاب الاُم" کے مختلف حصے ہیں۔ البیہقی[18]، یاقوت[19] اور امام غزالی[20] نے بھی ان کی فہرست کتب درج کی ہے۔

شہرت مذہب اور اشاعت

نویں اور دسویں صدی عیسوی میں قاہرہ اور بغداد میں ان کے مقلّدین میں اضافہ ہونے لگا۔ اس کے بعد مکہ اور مدینہ ان کے بڑے مراکز تھے۔ دسویں صدی عیسوی کے آغاز تک اُنھوں نے شام میں اصحاب اوزاعی کے مقابلے میں کامیابی حاصل کر لی۔ ابوزرعہ (م ۔ ۹۱۵ء) سے شروع ہو کر دمشق میں قاضی کا

---

[14] ابن عبدالبر، الانتقاد، ص ۶۵

[15] صبحی محمصانی، فلسفۂ شریعت اسلام مترجم مولوی محمد احمد رضوی، ص ۴۱-۴۲

[16] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، آرٹیکل فقہ، ج ۱۵، ص ۴۱۲

[17] ابن ندیم، الفہرست، ص ۲۱

[18] البیہقی، مناقب الشافعی، ج: ۱، ص: ۸۴

[19] یاقوت، معجم الادبا، ج، ص: ۳۹۶-۳۹۸

[20] الغزالی، احیاء علوم الدین، ج ۲، ص: ۱۳۱

عہدہ ہمیشہ ان کے پاس رہا۔ المقدسی کے زمانے میں شام، کرمان، بخارا اور خراسان کے بڑے حصے میں قاضی کا عہدہ شوافع ہی کے پاس تھا۔ شمالی الجزیرہ اور ویلم میں انھیں زبردست قوت حاصل ہوئی۔ مصر میں سلطان صلاح الدین الیوبی (۱۱۶۹ء) کے عہد میں ان کا مذہب پھر غالب آ گیا۔ لیکن ۱۲۶۶ء میں ملک بیبرس نے شوافع کے ساتھ باقی مذاہب ثلاثہ کے قاضی بھی مقرر کر دیے۔[۲۱] آل عثمان کے عروج سے پہلے کی آخری صدیوں میں اسلام کے مرکزی ممالک میں انھیں کامل غلبہ حاصل تھا۔[۲۲] جنوبی عرب، بحرین، ملیشیا، انڈونیشیا، مصر، مشرقی افریقہ، داغستان اور وسط ایشیا کے بعض حصوں میں اس وقت بھی شافعی مذہب کو علمی اقتدار حاصل ہے۔[۲۳] پروفیسر عاینیو کے بقول امام شافعیؒ کے مقلدین کی کل تعداد آج تقریباً دس کروڑ ہے۔[۲۴]

۳۔ امام مالکؒ بن انس

ابن خلکان کے نزدیک امام مالکؒ بن انس کا سنِ ولادت ۹۵ھ ہے۔[۲۵] ذہبی[۲۶]، اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ[۲۷] کے مقالہ نگار کے نزدیک ۹۳ھ ہے اور یہی صحیح ہے۔

امام مالک مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ علمائے مدینہ سے تعلیم حاصل کی۔ فقہ میں انھوں نے دوسرے شیوخ کے علاوہ شیخ ربیعۃ الرای سے فیض پایا۔[۲۸] ۱۱۷ھ میں مسندِ درس پر بیٹھے۔ ۶۲ برس

۲۱۔ السبکی، طبقات الشافعیہ، ج: ۵، ص: ۱۳۴

۲۲۔ ابن جبیر، الرحلۃ۔ ص ۱۰۲

۲۳۔ Encyclopedia of Religion and Ethics, Vol.7,P.859

۲۴۔ صبحی محمصانی، فلسفۂ شریعت اسلام، ص ۴۲

۲۵۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج: ۳، ص: ۱۱

۲۶۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص، ۱۹۸

۲۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، آرٹیکل فقہ، ج: ۱۵، ص: ۴۱۱

۲۸۔ شاہ ولی اللہؒ، مقدمہ المصفیٰ، ص: ۱۹۰

تک علم دین کی خدمت میں مصروف رہے[۲۹] ۔ ان کے مناقب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مدینہ کے عالم و فقیہہ اور محدث تھے ۔ کہا جاتا تھا کہ مدینہ منورہ میں امام مالکؒ کے ہوتے ہوئے کون فتویٰ دے سکتا ہے ۔ آپ امام شافعیؒ کے اُستاد تھے[۳۰] امام شافعیؒ نے فرمایا کہ " تابعین کے بعد امام مالکؒ بندوں کے لیے اللہ کی سب سے بڑی حجت ہیں ۔ امام مالکؒ میرے استاد ہیں ۔ جب کوئی حدیث تمھیں مالک کی روایت سے پہنچے تو اسے مضبوطی سے پکڑو ، کیونکہ وہ حدیث کا ایک درخشاں ستارہ ہیں[۳۱]

امام مالکؒ ایسے عالی ہمت ، صاحب جرأت ، راسخ العقیدہ اور قوی الایمان عالم تھے کہ اپنی رائے کے اظہار میں کسی کے جاہ و جلال سے مرعوب نہ ہوتے تھے اور نہ مذہبی معاملات میں کسی کی تہدید و ترہیب سے خوف زدہ ہوتے ۔

مالک بن انسؒ نے اپنے ایمان و عقیدہ کی خاطر مصائب زمانہ اور ستم ہائے روزگار کو بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا ۔ آپ کی اسی راسخ الاعتقادی کا نتیجہ تھا کہ ایک دفعہ حاکم مدینہ جعفر بن سلمان نے اس لیے آپ کو کوڑے لگوائے کہ آپ نے جبر یہ بیعت کے عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا ۔[۳۲]

کوفہ میں سفیان بن عیینہ کو جب معلوم ہوا تو ان پر سکوت طاری ہو گیا اور پھر فرمایا ۔

ما ترك على وجه الارض مثله [۳۳]

" روئے زمین پر کوئی شخص ان کا ہمسر نہیں "

امام احمد بن حنبلؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی سے مروی حدیث زبانی یاد کرنا چاہے تو کس کی کرے " ؟ جواب دیا " مالک بن انسؒ کی "[۳۴]

---

۲۹ ابن فرحون ، الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذہب

۳۰ پروفیسر عبدالقیوم ، فہم الاسلام ، یونیورسٹی بک ایجنسی لاہور ، ص : ۱۰۰

۳۱ شنقیطی ، کوثر المعانی ، مطبوعہ مصر ، ج : ۱ ، ص ۱ - ۱۰

۳۲ ابن قتیبہ ، الامامت والسیاست ، مطبع مصطفیٰ محمد مصر ، ج : ۲ ، ص ۱۵۶

۳۳ الزرقانی ، شرح الزرقانی ، مطبع مصطفیٰ مصر ، ص : ۴

۳۴ مترجم عبدالسمیع ، بستان المحدثین ، اصح المطابع ، ص : ۱۹

علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ نے نوسو شیوخ سے استفادۂ حدیث فرمایا[۳۵]
مالکی مذہب مدینہ میں پیدا ہوا اور تمام ملک حجاز میں پھیل گیا اور بعد میں صرف مغرب اقصیٰ اور اندلس میں محدود ہو کر رہ گیا۔ مذہب مالکی کے مقلد دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی پائے جاتے ہیں[۳۶]۔

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:۔" مالکی مذہب ابتدا میں مدینہ میں پھلا پھولا اور بعد میں تمام مغربی اسلامی ممالک میں پھیل گیا، نہ صرف شمال مغربی افریقہ (تیونس، الجزائر، مراکو، سپین) میں بلکہ پورے افریقہ میں اس کی اشاعت ہوئی۔ بالائی مصر میں اس کی حالت بالکل اسی طرح ہے جس طرح شافعی مذہب کی زیریں مصر میں[۳۷]"

چودھری فضل احمد لکھتے ہیں۔

" دنیا بھر میں مالکی فقہ پر عمل کرنے والوں کی تعداد چار اور پانچ کروڑ کے درمیان بتائی جاتی ہے[۳۸]"

محمد بن سحنون کی الجامع، القرطبی کی المستخرجہ، محمد بن ابراہیم کی المجموعہ علی مذہب مالک واصحابہ، موطا امام مالک، المدونۃ الکبریٰ، المقدمات اور ابن رُشد کی بدایۃ المجتہد اس مذہب کی اہم ترین کتابیں ہیں

۴ - امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ مذاہب اہل سنت میں سے چوتھے مذہب کے بانی ہیں۔ آپ ۱۶۴ھ/۷۸۰ء میں بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں ۲۴۱ھ میں وفات پائی[۳۹]۔ شیخ ولی الدین نے روایات و شواہد کی تصدیق کرتے ہوئے اسی تاریخ کو صحیح قرار دیا ہے[۴۰]۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے امام تھے طلبِ علم کے لیے آپ دور دراز علاقوں میں پہنچے۔ تحصیلِ علمِ حدیث کی غرض سے آپ نے شام،

---

[۳۵] علامہ وحید الزمان، کشف المغطا عن کتاب المؤطا، ص: ۳

[۳۶] حسن زیات، تاریخ ادب عربی، ص: ۵۰۲

[۳۷] Encyclopedia of Religion and Ethics, Vol.7,P.859

[۳۸] چوہدری فضل احمد، اساسیات اسلام، اردو پریس لاہور، ص ۲۱۷

[۳۹] ابن الجوزی، مناقب امام احمد بن حنبل، ص: ۲۴

[۴۰] شیخ ولی الدین، الاکمال فی اسما الرجال، ص: ۵۹۸

حجاز، یمن، کوفہ اور بصرہ کا سفر کیا[۴۱]

آپ نے احادیث "المسند امام احمد" میں جمع کیں جس کی چھ جلدیں ہیں اور جس میں چالیس ہزار سے زیادہ احادیث ہیں۔ بعض علما نے آپ کو قرآن اور حدیث سے استدلال کرنے کی وجہ سے زمرۂ مجتہدین سے زیادہ محدثین میں شمار کیا ہے۔ مثلاً ابن ندیم[۴۲] نے علمائے حدیث کے باب میں ابن حنبلؒ کو امام بخاریؒ، مسلمؒ اور دیگر محدثین کے ساتھ رکھا ہے۔ ابن عبدالبر[۴۳] نے اپنی کتاب "الانتقاد" میں، ابن قتیبہ[۴۴] نے اپنی کتاب "المعارف" میں امام احمدؒ اور ان کے مذہب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں، فقہِ حنبلی مذاہب اربعہ میں بالاتفاق شامل ہے۔

حافظ الحدیث امام ذہبی فرماتے ہیں۔

قال عبد الله بن احمد سمعت ابازرعة يقول كان ابوك يحفظ الف الف حديث[۴۵]"

یعنی عبداللہ بن احمد کہتے ہیں، میں نے ابو زرعہ سے سنا۔ انھوں نے کہا کہ ان کے باپ (امام احمد) کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔

حافظ ابراہیم لکھتے ہیں۔

"سب سے بڑی شان والے، وسیع الروایت اور حدیث کے مراتب کو سب سے زیادہ سمجھنے والے نیز فقاہت میں سب سے گہرے امام احمدؒ تھے[۴۶]"

امام احمد بن حنبلؒ کے مقلدین ان کے مذہب کی روایت کرنے والوں میں یہ حضرات زیادہ مشہور ہیں۔ ابوبکر بن ہانی عرف اثرم، ابوالقاسم خرمی (م۔ ۳۳۴ھ) عبدالعزیز بن جعفر (م۔ ۳۶۳ھ)

---

[۴۱] صبحی محمصانی، فلسفۂ شریعت اسلام، ص: ۴۳

[۴۲] ابن ندیم، الفہرست، ص ۳۱۴ - ۳۲۰

[۴۳] ابن عبدالبر، الانتقاد

[۴۴] ابن قتیبہ، المعارف، ص ۲۱۶

[۴۵] ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹

[۴۶] حافظ ابراہیم سیالکوٹی، تاریخ اہل حدیث، ص: ۱۰۶

موفق الدّین بن قدامہ (م ۔ ۶۲۵ھ) شمس الدین قدامہ (م ۔ ۶۸۲ھ) تقی الدّین احمد بن تیمیہ (م ۔ ۷۲۸ھ)
ابن القیّم الجوزیہ (م ۔ ۷۵۱ھ) [۴۷]

آپ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں۔ "میں بغداد سے نکلا تو وہاں احمد سے زیادہ کسی کو فقیہ نہ پایا"

ابن الجوزی کہتے ہیں:

امام احمدؒ کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ عباسی عہد کے والی کو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ یہ صاحب ورع لڑکا ہے۔ اس کے ساتھ ہم کوئی سختی نہیں کر سکتے [۴۸]

امام احمدؒ جب عراق آئے تو امام شافعیؒ سے فقہ سیکھی، اس زمانے میں اپنا خاص نظریہ فقہ قائم کر لیا۔ [۴۹]

ابوداؤد سجستانی کا قول ہے ۔

میں نے دوسرے مشائخ حدیث کو دیکھا، ان سب سے ملا، مگر امام احمد بن حنبلؒ جیسا کسی کو نہ پایا [۵۰]

عباس بن ولید بن یزید کا قول حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے ۔

قلت لابی مسھر ھل تعرف احداً یحفظ علی ھذہ الامۃ امر دینھا قال لا الّا شاب فی ناحیۃ المشرق یعنی احمد [۵۱]

"میں نے ابی مسہر سے کہا، تمہارے علم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو اس وقت دین کے امور کا حافظ ہو۔ اُنھوں نے کہا نہیں، البتہ ایک نوجوان مشرق کی طرف ہے یعنی احمد ۔

---

[۴۷] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، آرٹیکل فقہ، ج: ۱۵، ص: ۴۱۳

[۴۸] ابن الجوزی، مناقب امام احمدؒ، مصر، ۱۳۴۹ھ، ص: ۲۲

[۴۹] ذہبی، الامام احمد من تاریخ الاسلام، دائرہ المعارف اسلامیہ مصر، ص ۱۵

[۵۰] قاضی سلیمان منصورپوری، تاریخ المشاہیر، سلمان کمپنی لاہور، ص: ۱۹

[۵۱] ابن حجر، تہذیب التہذیب، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد دکن، ج ۱، ص: ۷۳

آپ کی فقہ پر "اثر" کا رنگ غالب ہے، اس لیے آپ کی فقہ کو آثار کہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جس طرح انھوں نے اپنے پیچھے احادیث کا مایۂ ناز ذخیرہ چھوڑا وہاں فقہ میں آج ان سے منسوب کوئی کتاب نہیں ملتی۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کی فقہ تحریری صورت میں موجود ہے تو اس کے بارے بھی علما میں اختلاف ہے۔ بہرحال اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بحیثیت فقیہ وہ اپنی زندگی میں مشہور ہو چکے تھے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت آپ کے استاد کی فقہ امام شافعیؒ کا وجود ہے۔ امام صاحب کا بحیثیت فقیہ Patton نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"Ahmad as a Fiqih, he had a great reputation among his companies, as well as with others in his own generation and generation following" ۵۲

امام احمدؒ کی فقہ کے بارے میں رائے یہ تھی کہ تمام اصول وضوابط فقہ، حدیث میں موجود ہیں۔ فقہ کے سلسلے میں اپنی ہر قسم کی مساعی کے بعد تابعین اور تبع تابعین سے جو نقوش حاصل ہوئے ان کی تدریس شروع کی۔

حنبلی مذہب کی اشاعت کے بارے میں E.R.E ۵۳ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں۔

"The School of Ibn Hambal has always the least importance, and will probably completely disappear in time like so many other Fiqh Schools. At present Hamblites are found in Central Arabia, in the interior of Oman, and on the Persian Gulf. Besides this the followers of this School are found in Baghdad, in some towns of Central Asia, and in some districts which don't lie in the great trade routes."

---

۵۲ Patton, Ahmed Ibn Hambal, P-177-178

۵۳ Encyclopedia of Religion and Ethics, Vol.7,P.859

یعنی حنبلی مذہب کو ہمیشہ کم اہمیت حاصل رہی ہے اور بسا اوقات تو یہ مکمل طور پر کچھ دوسرے مذاہب کی طرح ختم ہوگیا۔ دور حاضر میں حنبلی مذہب کے پیروکار وسطی عرب، عمان کے اندرونی حصوں اور خلیج فارس میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس مذہب کے ماننے والے بغداد اور وسطی ایشیا کے کچھ قصبوں اور اضلاع میں پائے جاتے ہیں جو کسی اہم تجارتی شاہراہ پر نہیں پائے جاتے۔

مشہور کتب فقہ حنبلی

۱۔	الخلال	کتاب الجامع
۲۔	السجستانی	کتاب المصارف
۳۔	ابن القیم الجوزیہ	کتاب الفوائد
۴۔	ابن قدامہ	المغنی

یہ ان چاروں ائمہ کے مختصر حالات تھے۔ ان کی فقہ کے تفصیلی احکام میں اگرچہ اختلافات بھی ہیں تاہم ان کے افکار، ان کی خدمات، ان کی کتب ہمارے علم و تحقیق کا بڑا ذریعہ ہیں۔ انہی کی روشنی نے آج ہمیں اس موڑ پر لا کھڑا کیا ہے کہ باوجود تمام تر اختلافات و نزاعات کے ٹائن بی جیسا شخص اپنی تہذیبوں کے عروج و زوال کے نظریے میں ہمیشہ زندہ رہنے والی تہذیبوں میں اسلامی تہذیب کو بھی شمار کرتا ہے اور اس تہذیب کو زندہ رکھنے، اسے حیاتِ جاوداں عطا کرنے میں ہمارے فقہا نے جو کردار ادا کیا ہے وہ ایک بدیہی حقیقت ہے۔